درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط و ترتیب : مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال
ابواب البر والصلة
(نیکی اور صلہ رحمی کے ابواب)
جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

جامع ترمذی کے ابواب البر والصلۃ جو کہ ماں باپ، بچوں اور اھل خانہ کے حقوق، امور خانہ داری اور دیگر معاشرتی آداب وحقوق پر مشتمل ہے۔اور اس میں جناب نبی کریم ﷺ کے اخلاق کریمانہ اور معاشرتی اور اخلاقی زندگی کے ہر پہلو کا متعلق وہ مفید تعلیمات مذکور ہیں کہ اگر کوئی مسلمان ان اخلاق وآداب کو سیکھ کر اس پر عمل کرنے لگے تو اس کی زندگی حیات طیبہ بن جائیگی اور دنیا کی زندگی ہی میں جنت کا لطف ومزا محسوس کریگا۔گھر میں تلخی وپریشانی ختم ہو جائے گی۔پورے مسلم معاشرہ میں کوئی اس کا دشمن نہ رہے گا۔وہ ہر کسی کو محبوب ہوگا۔اگر اس کو کوئی مصیبت اور تکلیف پہنچے تو وہ ثواب کی امید باندھ کر صبر کیساتھ اس کو گزارے گا۔اور اگر کوئی خوشی ونعمت مل جائے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کر کے اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرے گا۔اور اسی طرح دنیا وآخرت کی کامیابیوں سے ہمکنار ہوگا۔اس لئے ان اخلاق وآداب کا سیکھنا ہر مسلمان کے لئے دینی واخلاقی طور پر لازم ہے۔اسکی اہمیت کے پیش نظر جناب شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم کے درس ترمذی کے دوران ’ابواب البر والصلۃ کے متعلق افادات کو اہتمام کیساتھ کیسٹوں میں ریکارڈ کیا گیا۔جسے حضرت مولانا مفتی مختار اللہ صاحب نے باب ماجاء فی حقوق الوالدین تک مرتب کیا۔یہ ابواب ماہنامہ ’’الحق‘‘ میں قسط وار شائع ہوتے رہے۔اب اس کام کو مزید آگے بڑھایا جارہا ہے۔مفتی مختار اللہ صاحب کے دیگر مشاغل علمی کی وجہ سے یہ سعادت معاون مفتی دارالافتاء مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی کو مل رہی ہے۔اب ان کے ضبط وترتیب کیساتھ یہ سلسلہ دوبارہ شروع کیا جارہا ہے......(ادارہ)

باب ماجاء فی اکرام صدیق الوالد:
اپنے والد کے دوست کے اکرام کے بیان میں

پچھلے ابواب میں والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی نافرمانی وایذا رسانی سے بچنے کی تاکید کی گئی تھی۔ اب اس میں مزید ترقی بیان ہو رہی ہے۔یعنی صرف والدین کے ساتھ نیکی کرنے پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ کمال احسان یہ ہے کہ والدین کے اقرباء احباب اور متعلقین کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کیا جائے۔اور والدین کا جن لوگوں کے

ساتھ تعلق اور محبت ہو اولاد کو چاہیے کہ اپنے والدین کے اس تعلق کا لحاظ رکھتے ہوئے ان لوگوں کو بھی محبوب رکھے اور ان کے ساتھ محبت اور تعلق کا رشتہ نہ توڑے بلکہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کر کے اس تعلق و محبت کو مزید برقرار رکھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے ان ارشادات پر اگر ہر مسلمان عمل کرے تو نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا و قرب اور جنت کے اعلیٰ درجات حاصل کرے گا بلکہ دنیا میں بھی امن و محبت کا ماحول پیدا ہوگا۔ اور اسی طرح ایک خوشحال اور پرسکون معاشرہ وجود میں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

عن ابن عمرؓ قال سمعت النبی ﷺ یقول: إن ابر البر أن یصل الرجل أهل ود أبیه۔ یعنی بہترین احسان اور حسن سلوک یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے احباب و متعلقین سے بھی محبت و تعلق کا رشتہ جوڑے رکھے۔

ابر البر:

اسم تفضیل کا صیغہ لایا۔ اس لئے کہ جب کوئی شخص والد کی عدم موجودگی میں ان کے متعلقین سے حسن سلوک کرتا ہے اور اپنے باپ کی محبت کی وجہ سے ان کو محبوب رکھتا ہے تو ظاہر ہے کہ جب باپ حاضر ہو تو خود باپ کے ساتھ تو بدرجہ اولیٰ احسان کرنے والا ہوگا۔

یہ تفصیل اس بناء پر ہے کہ حدیث مذکور میں باپ کے متعلقین سے جو حسن سلوک کا ذکر ہوا ہے وہ باپ کی غیر موجودگی میں ہو۔ اور یہی ظاہر ہے کہ کیونکہ باپ کی موجودگی میں ان کے دوستوں سے احسان کرنے میں یہ شبہ ہے کہ دل سے تو باپ کے متعلقین کے ساتھ احسان نہیں کرنا چاہتا ہوگا۔ لیکن باپ کے غصہ یا اس کی ناراضگی کا اندیشہ ہے۔ اس سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے باپ کے دوستوں سے اچھا برتاؤ کرنے پر مجبور ہے۔ اور اگر ایسا ہو تو یہ کمال احسان نہ ہوگا۔ اور حدیث پاک میں چونکہ کمال احسان کا ذکر ہے اور وہ تبھی ہو سکتا ہے کہ باپ کے ساتھ کمال وفاداری کے باعث کسی قسم کے خوف اور اندیشہ ملامت یا لالچ کے بغیر بھی طیب خاطر کے ساتھ باپ کے دوستوں سے اچھا برتاؤ کرے اور ایک دوسری روایت اس پر صراحتاً دلالت کرتی ہے جو مشکوۃ شریف میں نقل کی گئی اور وہ یہ ہے:

وعن ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ: أن من أبر البر صلة الرجل أهل ود ابیه بعد أن یولی (رواہ مسلم) (مشکوۃ المصابیح ج ۲۔ ص ۴۲۱۔ باب البر والصلة)

یعنی کامل نیکیوں میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوست و احباب سے تعلق کا رشتہ جوڑے رکھے۔ بعد اس کے کہ باپ پیٹھ پھیرے۔

پیٹھ پھیرنے کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ مر جائے۔ اور دنیا سے چلا جائے اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ دنیا میں تو موجود ہے اور زندہ ہے لیکن اس موقع و مجلس میں موجود نہیں۔ یا وہ اولاد سے ناراض ہو کر منہ پھیرے۔

حاصل یہ کہ باپ کے ساتھ کمال وفاداری اور کمال احسان یہ ہے کہ باپ کی عدم موجودگی میں باپ کے احباب و متعلقین کے ساتھ محبت اور حسن سلوک کرتا رہے۔اور والدین کی وفات کے بعد جو حقوق اولاد پر عائد ہوتے ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ ان کے احباب کے ساتھ محبت و احسان برقرار رکھے' اس بارے میں صریح ارشادات موجود ہیں۔جس کے متعلق ان شاء اللہ تعالیٰ بعد میں کچھ ذکر آئے گا۔

باب ماجاء فی برّ الخالة:
ماں کی بہن کے ساتھ حسن سلوک کے بیان میں

گزشتہ باب میں باپ کے احباب کے ساتھ احسان کا ذکر تھا اور اس باب میں ماں کے اقربا کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر ہے۔خالہ ماں کی بہن ہوتی ہے۔اس باب میں دو روایتیں ذکر کی گئی ہیں۔ عن البرأ ابن عاذب عن النبی ﷺ قال الخالة بمنزلة الأم نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خالہ ماں کی طرح ہے۔

یعنی حق حضانت میں خالہ بھی ماں کی طرح ہے' مطلب یہ ہے کہ اگر ماں مرجائے یا ماں مطلقہ ہو جائے یا کسی وجہ سے بچے کی پرورش کی اہلیت اس میں نہ رہے' یا ماں اس صورت میں بچے کی پرورش کرنے سے انکار کرے' پھر بچے کی پرورش کا حق بچے کی نانی کی طرف منتقل ہوجاتا ہے اور نانی کی عدم موجودگی یا عدم اہلیت یا اس کے انکار کی صورت میں دادی حقدار ہے۔پھر اسی طرح اس کے بعد بچے کی بہنیں اور اگر ان سے بھی رہ جائے تو پھر خالہ بھی ماں کی طرح ہے۔وہ بچے کی پرورش کرے گی۔حضانت میں ماں کی قرابت کو مقدم رکھا گیا ہے کیونکہ اس جانب سے شفقت زیادہ ہوتی ہے۔ یا حدیث کا مطلب عام ہے۔یعنی حضانت میں اور رحمت و شفقت میں' نیز احسان اور حسن سلوک اور احترام وغیرہ سب چیزوں میں خالہ ماں کی طرح ہے۔

نیز اس حدیث سے میراث ذوی الأرحام پر بھی استدلال کیا جاسکتا ہے۔

عن ابن عمر أن رجلاً اتی النبی ﷺ فقال یا رسول الله إنی أصبت ذنبا عظیما فهل لی من توبة قال هل لک من ام قال لا: قال هل لک من خالة قال نعم قال فبرّها۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' اور کہا کہ ''یارسول اللہ ﷺ مجھ سے ایک بہت بڑا گناہ سرزد ہوا ہے۔ کیا میرے لئے توبہ کا کوئی راستہ ہے؟'' جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''کیا تیری ماں (زندہ) ہے؟'' تو اس نے کہا کہ ''نہیں''۔فرمایا ''تیری کوئی خالہ ہے؟'' اس نے کہا کہ ''ہاں''۔فرمایا اس کے ساتھ بھلائی کرو۔

<u>تشریح اور اشکال کا حل:</u> إنی أصبت ذنبا عظیما: اس میں بظاہر اشکال پیدا ہوتا ہے۔کہ بڑے

گناہ (گناہ کبیرہ) کے لئے تو عام قاعدہ یہ ہے کہ وہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے اخلاص کے ساتھ توبہ کرنا ضروری ہے۔ البتہ صغائر (چھوٹے گناہ) نیکیاں کرنے سے بھی معاف ہوجاتے ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے۔ اِتبع السیئة الحسنة تمحها برائی کے پیچھے نیکی کرو! یہ نیکی اس کو مٹا دے گی"

محدثین حضرات فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صغیرہ گناہ کے متعلق ہے۔ کبائر کے لئے توبہ ضروری ہے۔ صرف نیکی کرنے سے وہ معاف نہیں ہوجاتے۔ تو پھر رسول اللہ ﷺ نے کیوں "ذنب عظیم" (بڑے گناہ) کے معاف ہونے کے لئے خالہ کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دے کر اس پر اکتفا فرمایا؟

اس اشکال کا ایک جواب تو یہ ہوسکتا ہے کہ یہ کوئی خاص جرم تھا، اور اسکے متعلق جناب رسول ﷺ کو بذریعہ وحی یہ معلوم ہوا تھا کہ اس شخص کے حق میں اس جرم کی تلافی کے لئے یہی خاص عمل یعنی والدہ یا اسکی عدم موجودگی میں اسکی قرابتداروں۔ (جیسے خالہ) کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے اور اس جرم کے معاف ہونے کے لئے یہ عمل کافی ہے اس وجہ سے اس کی تلقین فرمائی اور اس تفصیل کے مطابق یہ حکم اس شخص کے۔ لئے خاص تھا عام قانون نہیں ہے

توبہ کی حقیقت اور اشکال کا دوسرا جواب:

اس اشکال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس شخص نے دراصل توبہ کرلی تھی کیونکہ توبہ کی حقیقت تو یہ ہے کہ آدمی اپنے کئے ہوئے گناہ پر شرمندہ ہوجائے اور اس گناہ کے ہمیشہ کیلئے چھوڑنے کا عزم مصمم کرے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگے۔ علماء کرام لکھتے ہیں کہ توبہ کیلئے چار شرائط ہیں۔

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ اپنے کئے ہوئے گناہ پر دل سے نادم و شرمندہ ہو۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ فوراً اس گناہ کو ترک کردے۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ آئندہ کے لئے مصمم عزم کرے کہ آئندہ کے لئے ایسا جرم کبھی نہیں کروں گا۔

(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ اس گناہ کے تدارک کے لئے شرع میں جو طریق موجود ہو اس طریق سے اس گناہ کا تدارک کرے مثلاً نماز روزہ چھوٹ گئے ہوں تو قضاء کرے۔ اگر اس جرم کے لئے کوئی کفارہ مقرر ہو تو کفارہ ادا کرے۔ اور اگر وہ جرم حقوق العباد کے قبیل سے ہو تو شرعی ضابطہ کے مطابق ان کے حقوق ادا کردے۔ یا ان سے معاف کرالے۔ خصوصاً بندوں کے وہ حقوق جنکی ادائیگی کا بھی کوئی طریق نہ ہو۔ مثلاً غیبت' یا بعض قسم کے دوسری زبانی ایذا رسانی' تو ان کا معاف کرانا ضروری ہے۔ اور اس کے لئے لازم ہے کہ اھل حقوق سے بھلائی اور احسان کرے' تاکہ وہ اس سے خوش ہوجائیں اور طیب خاطر سے معاف کردے۔

بعض حضرات نے یہ شرط بھی لکھی ہے کہ توبہ صرف خوف الٰہی کی وجہ سے ہو کیونکہ اگر کوئی شخص مثلاً شراب' پینا اس وجہ سے چھوڑ دے اور اس پر اس وجہ سے نادم ہوجائے کہ اس سے صحت تباہ ہوتی ہے' دردِ سر ہوتا ہے' مال خرچ ہوتا

ہے وغیرہ وغیرہ اور خوف خدا کی وجہ سے ترک نہ کرے تو یہ شرعاً توبہ نہیں ہے اور ایسے شخص کو تائبین کا ثواب نہیں ملے گا

پس اگر مذکورہ شرائط جس توبہ میں نہ پائی جاویں تو صرف زبان سے توبہ اور استغفار کہنا بالکل بے معنی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز سے فارغ ہوتے ہی اس نے جلدی سے کہا اللھم إنی أستغفرک و أتوب إلیک اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اے شخص جلدی جلدی استغفار کہہ جانا جھوٹوں کی توبہ ہے۔ اور تیری یہ توبہ خود توبہ کے لائق ہے۔ اور حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ''ہماری توبہ' خود توبہ کے لائق ہے'' (از مجالس الابرار)

یعنی جب توبہ اور استغفار کے الفاظ تو زبان پر ہوں لیکن دل میں استحضار نہ ہو' نہ جرم' پر ندامت ہو' نہ اللہ جل جلالہ کی نافرمانی ہونے کی وجہ سے دل پر کوئی خوف طاری ہو اور نہ آئندہ کے لئے اس جرم کے چھوڑنے کا مضبوط عزم ہو' بلکہ صرف رسمی طور پر توبہ اور استغفار کے الفاظ ادا کرتا ہو۔ تو ایسی توبہ خود ایک جرم ہے جس پر توبہ کرنا چاہیے۔ چہ جائیکہ اس سے گناہ معاف ہو۔

توبہ برلب سبحہ برکف دل پراز ذوق گناہ
معفرت راخندہ مے آیدز استغفار ما

تاہم زبان پر بھی توبہ جاری رہنے کو بعض اکابر نے بیکار نہیں کہا۔ زبان سے دل تک راستہ بن جاتا ہے۔ ایک شاعر نے زبانی توبہ کے بارے میں کہا کہ

برزبان تسبیح در دل گاؤخر　　این چنین تسبیح کے دارد اثر

کہ ایسی تسبیح کا کیا اثر ہوگا مگر حکیم الامۃ عارف باللہ مولانا اشرف علی تھانوی نے اس شعر میں تبدیلی کی اور کہا کہ

ع　این چنین تسبیح ہم دارد اثر　　کہ زبان کی ایسی تسبیح کا بھی بالآخر اثر ہوگا۔

آمدم برسرِ مطلب پس وہ شخص جو کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ درحقیقت وہ تائب بن کر آیا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ رہا تھا۔ وہ اپنے کئے پر نادم تھا اور آئندہ کے لئے اس کے چھوڑنے کا عازم اور اس کے دل پر خشیت طاری تھی۔ اور یہی ہے حقیقت توبہ کی' جو کہ سائل اور مسئول عنہ دونوں پر واضح تھا۔

لیکن شاید جرم کچھ ایسا تھا کہ سائل کو خلجان تھا کہ اس کے معاف ہونے کے لئے یہ کافی ہوگا' یا اس کے تدارک کے لئے اور بھی کچھ کرنا ہوگا۔ ''فھل لی من توبۃ'' کا یہ مطلب ہے۔ اور رسول اللہ کو بھی وہ جرم بذریعہ وحی یا دیگر ذرائع سے معلوم ہوا تھا اور اس جرم کے تدارک کے لئے ماں کے ساتھ یا اس کی عدم موجودگی میں اس کی جانب کے قرابتداروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا ضروری تھا۔ اس وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی سے والدہ کے متعلق دریافت فرمایا۔ اور جب معلوم ہوا کہ ان کی والدہ فوت ہو چکی ہے اور خالہ زندہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ خالہ کے ساتھ احسان کرو۔

پس اگر وہ جرم اور گناہ' ترک بِر (احسان) اور قطع رحمی کے قبیل سے ہو' خصوصاً والدہ کے ساتھ' تو پھر یہ جواب زیادہ واضح ہے' کیونکہ اگر والدہ کی دل آزاری ہو چکی ہو تو اس جرم کے معاف ہونے کے لئے توبہ کی دیگر شرائط کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس حد تک والدہ کی خاطر مدارت کی جاوے اور اس کے حقوق کا خیال رکھا جاوے' کہ وہ خوش ہو کر طیب خاطر سے معاف کر دے اور اگر والدہ فوت ہو چکی ہو تو پھر بھی حتی المقدور والدہ کے بعد الوفات حقوق کا خیال رکھنا ضروری ہے اور بعد الوفات حقوق میں سے یہ ہے کہ ان کی قرابت والوں اور متعلقین کے ساتھ صل رحمی اور حسن سلوک کیا جاوے۔ اگر ان حقوق کا خیال رکھے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ جرم معاف ہوگا۔ اس وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ نے خالہ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا۔ واللہ علم بالصواب۔

<u>اشکال کا تیسرا جواب اور صحابہ کرامؓ کی نظر میں چھوٹا گناہ بڑا دکھائی دینا:</u>

یہ دونوں جواب اس بنیاد پر دیئے گئے ہیں کہ اس گناہ کو سائل نے ''ذنب عظیم'' سے تعبیر فرمایا ہے اور اسکو اپنے ظاہر پر حمل کر کے گناہ کبیرہ مراد لیا گیا ہے۔ جیسا کہ ممکن ہے کہ بعض صحابہ کرام سے گناہ کبیرہ سرزد ہو جائے لیکن ان کو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور وہ اخلاص کے ساتھ توبہ کر کے گناہ سے پاک صاف ہو جاتے ہیں بلکہ حالت سابقہ سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب کے درجات حاصل کر لیتے ہیں۔

تیسرا جواب اس اشکال کا یہ ہے کہ وہ جرم حقیقت میں گناہ کبیرہ نہیں تھا بلکہ کوئی چھوٹا گناہ تھا اور اس نے جو ''ذنب عظیم'' کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے نزدیک میں نے ایک بڑا جرم کیا ہے' اگرچہ حقیقت میں وہ عنداللہ بڑا جرم نہ ہو کیونکہ صحابہ کرامؓ بڑے لوگ تھے۔ اور بڑوں کی نظر میں چھوٹے گناہ بھی بڑے دکھائی دیتے ہیں۔ جیسا کہ غافلین بڑے بڑے گناہ چھوٹے سمجھ کر گزرتے ہیں اور انہیں احساس تک نہیں ہوتا۔ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ اللہ سے ڈرنے والے کو گناہ ایسا لگتا ہے کہ ایک پہاڑ اس پر آ گرا ہو اور نہ ڈرنے والوں کو گناہ ایسا معمولی لگتا ہے کہ جیسے ناک سے مکھی کو ہاتھ کے اشارے سے اڑا دیا۔

وتصغر في عين الصغير عظامها　　　　وتعظم في عين العظيم الصغائر

حاصل یہ کہ صحابہ کرامؓ جو کہ زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ قرآنی احکام کی پابندی اور اتباع سنت ان کی طبیعت بن چکی تھی۔ خلاف شرع امور سے پوری احتیاط کے ساتھ پرہیز کرتے تھے۔ یہاں تک کہ خلاف اولیٰ کاموں سے بھی اجتناب کرتے تھے۔ اگر بتقاضائے بشری کوئی تھوڑی سے غلطی سرزد ہو جاتی تو ہزار ندامتوں کے ساتھ دربار نبوت میں حاضر ہو جاتے۔ اور استغفار کرتے۔ ایمان کامل ان کے دلوں میں ثبت تھا۔ ان کے دلوں کا اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اور پرہیزگاری کے لئے انتخاب فرمایا تھا۔ آئینہ کی طرح صاف دل پر گناہ کی معمولی سی کدورت لگ جاتی تو وہ اس کو کہاں معمولی سمجھتے' وہ اس معمولی سی کدورت کو دور کرنے کے لئے بھی مضطرب ہو جاتے تھے۔ کسی سفید پوش آدمی

کے سفید کپڑوں پر چھوٹا سے سیاہ داغ بھی بہت دور سے بدنما لگتا ہے۔ وہ اس کو چھوٹا سمجھ کر بے فکر نہیں بیٹھ سکتا۔ بلکہ وہ اس بدنما داغ کو دور کرنے کے لئے بے چین ہوتا ہے۔ ایسی بے چینی کے عالم میں صحابی نے کہا ''مجھ سے بڑا گناہ سرزد ہوا ہے۔'' لیکن چونکہ حقیقت میں کبیرہ نہ تھا بلکہ صغیرہ گناہ تھا اور صغیرہ گناہ نیکی کرنے سے بھی معاف ہو جاتا ہے' اس وجہ سے جناب رسول ﷺ جو کہ امت کے روحانی طبیب تھے' نے ایسا نسخہ بتلایا کہ گناہ کا سیاہ داغ بھی ڈھل جائے' اور کئی وجوہ سے سائل کے حسن وخوبی میں اضافہ بھی ہو جائے۔ خالہ کے ساتھ حسن سلوک کرنا ایک نیکی بھی ہے' جس سے صغیرہ گناہ بھی معاف ہوگا۔ اس کے علاہ اس میں بے شمار دنیوی اور اخروی فوائد اور بھی ہیں۔ علاوہ ازیں جناب رسول اللہ ﷺ ہر سائل کو اس کے مناسب حال علاج بتلایا کرتے تھے۔ پس اگر چہ نیکیاں تو اور بھی بہت ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کے لئے دوسرے نیک اعمال کے بنسبت اس عمل کو زیادہ مفید جان کر اس کی تجویز فرمائی۔

پس اس اعتبار سے مذکورہ اشکال وارد نہ ہوگا۔ کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے کسی طرح معاف ہوا' کیونکہ اس صورت میں گناہ کبیرہ درحقیقت' موجود نہیں ہے۔

حاصل ان دونوں ابواب کا یہ ہے' کہ والدین کی غیر موجودگی میں' خصوصاً والدین کی وفات کے بعد ان کے قرابتداروں اور دوستوں سے حسن سلوک کرنا اور ان سے تعلق ومحبت برقرار رکھنا والدین کے حقوق میں سے ہے۔

<u>والدین کے بعد الوفات حقوق:</u> والدین کی فوت ہو جانے کے بعد جو حقوق اولاد کے ذمہ عائد ہوتے ہیں۔ ان کے متعلق ایک جامع حدیث مشکوۃ المصابیح میں نقل کی گئی ہے۔ تکمیل فائدہ کے لئے اس حدیث کو ملحوظ رکھنا مفید ہے۔

. عن ابی أسید الساعدی قال بینما نحن عند رسول اللہ ﷺ إذ جاءہ رجل عن بنی سلمۃ فقال: یا رسول اللہ ھل بقی من بر أبوی شئی أبرھما بہ بعد موتھما۔ قال نعم' الصلوۃ علیھما و الاستغفار لھما و انفاذ عھدھما من بعدھما' وصلۃ الرحم التی لاتوصل الابھما و اکرام صدیقھما رواہ ابوداؤد و ابن ماجۃ......

(مشکوۃ المصابیح ۔ج ۲۔ص ۴۴۲۔باب البر والصلۃ)

حضرت ابو اسید الساعدیؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہاں تھے' کہ قبیلہ بنو سلمہ کا ایک شخص آیا اور عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول! (ﷺ) کیا میرے والدین کے احسان کا کچھ حصہ ابھی بھی میرے ذمہ باقی ہے' کہ میں ان کے مرنے کے بعد ان سے وہ احسان کروں؟۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ہاں۔ (۱) ان کیلئے رحمت کی دعا کرنا (۲) ان کیلئے استغفار کرنا (بخشش طلب کرنا) (۳) اور انکے بعد ان کی وصیت (اور دیگر وعدوں کو حتی الوسع) پوری کرنا (۴) اور ان قرابتداروں سے صلہ رحمی کرنا' جنکے ساتھ قرابت کا رشتہ صرف انہی کی وجہ سے پالا جاتا ہے (۵) اور ان کے دوستوں کا احترام کرنا۔